خوبصورت

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۵



مرتّبہ

نوید ظفر کیانی


بسم الله الرحمن الرحيم

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "پابند ردیف رنگ" کے تحت
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۳۰۵ بتاریخ ۲۰ رفروری ۲۰۲۲ء پر مبنی برقی کتاب

خوبصورت

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۳۰۵

مرتبہ:
نوید ظفر کیانی

گروپ منتظمین:
ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر

موجِ غزل پبلیکیشنز

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/173610905634616/

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ غزل

۳۰۵

پابند ردیف رنگ

ردیف ست قوافی و بحر حسب توفیق

مشاعرہ ۲۰ فروری ۲۰۲۲ء بروز اتوار سہ پہر تین بجے شروع ہوگا اور پیر رات نو بجے تک جاری رہے گا۔ کلام مقررہ وقت پر ایک ایک شعر کی صورت میں کیا جائے جو یکجا کر کے یکجا والے مراسلے میں کمنٹ کیا جائے۔ براہ کرم کلام قبل از وقت پیش نہ کریں۔ "خوبصورت" کے عنوان پر کسی بھی ہیئت میں نظم لکھی جا سکتی ہے۔

خوبصورت

میزبان: ہاشم علی خان ہمدم، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بینا، نادیہ سحر، شہناز رضوی، ایم اکرام الحق، دلشاد نسیم، ضیا قریشی، محمد رضا طیبی اور دیگر احباب موج غزل

پیش رس

خوب صورت زندگی

نئی غزل کا تقاضا ہے تیسرا مصرع
نیا خیال ہو ہمدم ، نئے مزاج کی بات

خوب صورت خیال حسن معنی کی بنیاد ہے۔ حسن زندگی کا سلیقہ ہے۔ خوب صورت زندگی حسن خیال سے کشیدہ تصویر ہے۔ نقش در نقش، رمز در رمز، دائرہ در دائرہ زندگی کا حسین بدن تشکیل پاتا ہے۔ خوب صورت غزل میں زندگی ایک حسینہ کی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ مصرع در مصرع روایت کی کوکھ سے جدت جنم لیتی ہے۔ موج غزل جدید تر غزل کا تقاضا پورا کرنے کی تگ وتاز لیے ہے۔

موج غزل پابند حرفی ردیف رنگ بار دگر تخلیقی شعور سے منعکس ہے۔ موج غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۳۰۵ میں خوب صورت کلام پیش کیا گیا۔ اس خوب صورت تخلیقی گل دستے کو نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بیناؔ نے حسنِ خیال سے تصویر کیا ہے۔ یہ خوب صورت رنگ برقی مجلّے کی صورت میں پیش ہے۔ امید ہے تمام احباب پزیرائی کی سند عطا فرمائیں گے۔ تمام منتظمین بالخصوص نادیہ سحرؔ، روبینہ شاہین بیناؔ اور نوید ظفر کیانی کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔ تمام میزبان اور مہمان احباب کو ہدیۂ تبریک۔ شاد باد اور بامراد رہیں۔ آمین۔

باقر علی خان شمس
منتظم موج غزل ادبی فورم



احمد منظورؔ

جانے کس غم میں جل رہی تھی رات
ایک دھوکا کہ چاندنی تھی رات

جھومنے میں کہاں مگن تھے سبھی
کچھ ستاروں میں بے دلی تھی رات

کتنے اشجار ہوش کھو بیٹھے
کتنی پاگل ہوا چلی تھی رات

گڑ رہی تھیں زمین کی نظریں
چاند کی سطح دلدلی تھی رات

شام سے ہی تناؤ اُمڑا تھا
صبح دم کتنی سرکشی تھی رات

مستقل کوئی بھی ٹھکانہ نہ تھا
دربدر کتنی پھر رہی تھی رات

جھیل کے ساحلوں پہ شورش تھی
اپنی بانہوں میں مرچکی تھی رات

دِن کے اوصاف کو گھماتے ہوئے
ہائے! نقصان کرگئی تھی رات

تیرگی کے نشاں تھے پلکوں پر
جیسے آنکھوں سے بہہ گئی تھی رات

شام کے تٹ سے کون غائب ہے
رات بھر کس کو ڈھونڈتی تھی رات



امیرؔ معاویہ

چاہت میں ہے تیری اب گفتار کی یہ عادت
اب ہوگئی ہے تیرے دیدار کی یہ عادت

ہم کو نہ ملا کوئی دنیا میں ترے جیسا
جب سے ہے ہوئی تیرے معیار کی یہ عادت

دیکھا نہ گیا مجھ سے غیروں کی طرف پھر بھی
جب سے ہے ہوئی تیرے اس پیار کی یہ عادت

مجھ کو بھی جدائی سے ڈر لگتا نہیں اب تو
جب سے ہے ہوئی اپنے دلدار کی یہ عادت

مجھ کو نہ لگی کوئی آواز بھی اچھی پھر
جب سے ہے لگی اس کی جھنکار کی یہ عادت



انعام الحق معصوم صابری

نعت رسول مقبول ﷺ

نصیب ہو مجھے لکھنے کی اے خدا مدحت
جڑی رہے مری سرکار ﷺ سے سدا نسبت

زمانے بھر میں ہے اونچا مقام آقا ﷺ کا
ملی خدا سے ہے اعلیٰ یہ شان اور شوکت

بیان کیسے کرے کوئی دیر میں ان ﷺ کی
کہ چھو رہی ہے زمیں سے تو آسماں رفعت

درود پاک کے پڑھنے سے ہر کسی پر تو
برس رہی ہے کرم سے بھری ہوئی رحمت

خدا کا شکر ہے آل نبی ﷺ کی الفت میں
عطا ہوئی مجھے معصومؔ صابری نسبت



ذوالفقار ہمدمؔ اعوان

اُس کو ہے مرے سر، مری دستار کی حسرت
پوری ہو خدایا مرے دلدار کی حسرت

مر کے بھی کھلی رکھی ہیں آ دیکھ لے آ کے
زندہ ہے ابھی آنکھ میں دیدار کی حسرت

جس گھر کے در و بام سے خوشبو تری آئے
مدت سے اُسی سایہ دیوار کی حسرت

جس طرح محبت کو ہے ٹھکرایا کسی نے
دل میں ہے اسی طرح کے انکار کی حسرت

وہ آئیں عیادت کو تو گجرے بھی لے آئیں
ہے آخری یہ عاشقِ بیمار کی حسرت

آ جاؤ کسی روز تو سینے سے لگا لوں
اب تک ہے مری جاں مجھے غمخوار کی حسرت

جب آئیں فرشتے میں کہوں یار کو لاؤ
لے جاؤں لحد میں ترے دیدار کی حسرت

موہوم سی امید ہے یہ وقتِ نزع بھی
کانوں کو ہے ہمدمؔ ترے اقرار کی حسرت

روبینہ شاہین بیناؔ

وہی دودھ والے میں مرغے کی عادت
سویرے سویرے جگانے کی عادت

یونہی سر کھپاتی ہوں اپنے میاں پر
سنورتی نہیں "بوڑھے بچے" کی عادت

جگالی میں مصروف بھینسوں سے پائی
ہمہ وقت بچوں نے چرنے کی عادت

نہ جانے یہ کیا ہو گیا نسلِ نو کو
نہ مرنے کی ہمت نہ جینے کی عادت

اسمبلی سے یوتھی نکالے نہ جائیں
نہیں چھوٹتی ان کے دھرنے کی عادت

مری قوم کو کتنی جلدی ہے، ہائے!
لباس و حکومت بدلنے کی عادت

سیاسی بیانوں پہ کیا تلملانا
سدا بھونکنا تو ہے کتے کی عادت

مجھے دیکھ پائے نہ فکرِ سخن میں
کہ بیناؔ ہے روٹی کو جلنے کی عادت



ریاضؔ احمد قادری

نعت رسولِ مقبول ﷺ

بستی ہے مرے دل میں تو سرکار ﷺ کی صورت
کونین کے اس سرور و مختار ﷺ کی صورت

پھر جان میں جان آئی ملی دل کو تسلی
آئی جو نظر گنبد و مینار کی صورت

اقصیٰ میں امامت بھی ہے سرکار ﷺ نے پائی
نبیوں کو ملی قافلہ سالار ﷺ کی صورت

صد شکر ملا آپ ﷺ کی مدحت کا قرینہ
افکار ڈھلے نعت کے اشعار کی صورت

دہلیز ملی آقا ﷺ کی جس وقت سے ہم کو
دیکھی نہ کبھی پھر کسی دربار کی صورت

اسلام کی افواج کو اس سارے جہاں میں
قوت ہے ملی حیدرِ کرارؓ کی صورت

آتا ہے نظر اس سے ریاضؔ آقا ﷺ کا روضہ
دل میرا مدینہ کے ہے بازار کی صورت

ساجدہ سحر

دِل کو لگا لی ہے تیری محبت
من میں بسا لی ہے تیری محبت

دنیا فریبی سی لگنے لگی ہے
خود پر سجا لی ہے تیری محبت

دیکھا تو آنکھوں سے آگے پڑی تھی
میں نے اٹھا لی ہے تیری محبت

خوش ہوں کہ تجھ سے تعلق رہا ہے
کچھ دن لبھا لی ہے تیری محبت

جانِ سحر تیرے قابل ہوئی ہوں
خود کو پڑھا لی ہے تیری محبت



سالکؔ جونپوری

الفاظ بھی چمکیں کسی تلوار کی صورت
دل چیر دے باتوں میں چھپے وار کی صورت

رنگین کہانی ہے محبت کے سفر کی
وہ دل میں سما جاتے ہیں کردار کی صورت

یادوں سے بہلنے کا سہارا بھی بہت ہو
تازہ ہے خیالوں میں جو دیدار کی صورت

اظہارِ محبت تو کیا اس نے کئی بار
حالات نے ہی دھار لی دیوار کی صورت

یہ دل میں تمنا تھی کہ مل جاتے ارے کاش
وہ دن بھی مناتے کسی تہوار کی صورت

مصروفیتِ کارِ جہاں اُف مری توبہ
مدت ہی ہوئی دیکھی نہیں یار کی صورت

مخلص رہے احباب تو پھر دیکھے گی دنیا
پیغامِ محبت مرے اشعار کی صورت



سیّدہ منوّر جہاں منوّر

لب پر نہیں ہے گرچہ مرے گفتگوئے دوست
آئینہ دارِ رازِ محبت ہے رُوئے دوست

اب کفر و دیں کا فیصلہ زاہد کیا کریں
اٹھ کر میں دیر و کعبہ سے جاتی ہوں سوئے دوست

آ جائے کاش مجھ کو نظر اب ہلالِ عید
آنکھوں کو ہر گھڑی ہے مری جستجوئے دوست

آمد کا تیری مژدہ سنانے لگی فضا
بدمست کر رہی ہے مشام آج بوئے دوست

آئینہ خانہ بن گیا گھر میرا نور سے
جب سے ہوا ہے جلوہ نما اُس میں روئے دوست

دنیا نے امتحان لیا ہے قدم قدم
دل سے نکل سکی نہ مگر آرزوئے دوست

روشن ہوئی ہے چشمِ منوّر خوشا نصیب
آئی ہے جب سے لے کے صبا خاکِ کوئے دوست



سیّدہ منوّر جہاں منوّر

سخت بارش سے ہیں بھیگے ہوئے پَر آج کی رات
مشکلوں سے ہے بھری راہِ سفر آج کی رات

آج شبخون کا ہے پکّا ارادہ اُن کا
دشمنوں کا ہے مجھے خوف و خطر آج کی رات

آج دن بھر کی مشقت کا صلہ کچھ نہ ملا
کیسے مزدور بھلا جائے گا گھر آج کی رات

روز فٹ پاتھ کا مفلس یہ دعا کرتا ہے
کاش ہو جائے کسی طور بسر آج کی رات

موسمِ سرما سے کہتے ہیں ستائے ہوئے لوگ
ہائے کیوں ہوتی نہیں پیدا سحر آج کی رات

ہجر کی شب ہے اندھیروں میں ہے رونا آساں
بے سبب کیوں یہ نکل آیا قمر آج کی رات

اے منوّر! جسے کہتے تھے شبستاں کل تک
وہ نہیں ساتھ تو لگتا ہے کھنڈر آج کی رات



شمیمؔ چودھری

عشق میں ہوگئی ہے جب سے مات
تو بکھرتی ہی جا رہی ہے ذات

اُس نے رستہ بدل لیا اپنا
جس کی خاطر لگائی ہم نے گھات

دھاگے باندھے تھے جو مرادوں کے
کھول کے لے گیا وہ کوئی رات

تو نہیں جانتا تو سُن مجھ سے
عشق میں پوچھتے نہیں ہیں ذات

مول جس کا لگانے آئے ہو
دِل ہے میرا نہیں ہے کوئی دھات

کب کریں گے یہ دکھ مجھے آزاد
کب وہ تھامے گا آ کے میرا ہاتھ

موت سے اب شمیمؔ ڈرنا کیا
ہاتھ میں اُس کے ہے حیات و ممات

صوفیہؔ حامد

سنتے ہیں سنور جاتی ہے، بگڑی ہوئی عادت
بدلے گی نہ بدلی، کبھی انسان کی فطرت

یہ لوگ منافق ہیں، دروغ ان کی ضرورت
ہونٹوں پہ تو واہ واہ ہے مگر دل میں کدورت

بے کار ہے اس شہرِ ستمگر سے الجھنا
بے فائدہ رہتی ہے رواجوں سے بغاوت

جس شہر کی مٹی میں بزرگوں کی مہک تھی
اِسلاف پہ لازم ہوئی اُس شہر سے ہجرت

اب تک جو لکھا، سب ہی ترے نام کیا ہے
کافی ہے میرے واسطے، اِک لفظ "محبت"

کیوں دل سے نکلتا نہیں یوں چھوڑنے والا
بے چین کیوں رکھتی ہے یہ کچھ پل کی رفاقت

لہجے سے فقط صوفیہؔ، یہ کام ہوا ہے
تیروں کی ضرورت ہے، نہ تلوار کی حاجت



طاسینؔ سمندرؔ

وہ یوں دے رہا ہے صدائے محبت
کوئی آج مجھ سے نبھائے محبت

ترے بعد دل کے ہوئے بند در سب
نہ آئے محبت نہ جائے محبت

تڑپتا ہے مجنوں کہ لیلیٰ نہ پہنچی
کہاں کھو گیا ہے خدائے محبت

عروجِ محبت سے واقف نہیں تم
کہ کنعاں سے یوسف کو لائے محبت

زوالِ محبت بھی دیکھا ہے ہم نے
کہ شاہوں کو مفلس بنائے محبت

کوئی بھی نہیں ہے جو تم سے بچا ہو
سبھی کہہ رہے ہیں کہ ہائے محبت!



عبدالغنی ماہرؔ

کر لے جو محبت تو بڑھے شان مرے دوست
لیکن ہے وفا عشق کی بھی جان مرے دوست

ہے میز وہی گل وہی گلدان مرے دوست
اب تک بھی نہ تبدیل ہے دالان مرے دوست

جنگل میں اندھیرا ہے اکیلا نہ چلا چل
رہ جا تو مرے ساتھ کہا مان مرے دوست

کیا مجھ سے خطا ہو گئی، ناراض ہو کیوں تم
کیوں مجھ سے رہے بزم میں انجان مرے دوست

کم ظرف کو سمجھانے کی کوشش نہ کرو تم
اُلٹا کریں نادان ہو نادان مرے دوست

آتے ہیں ترے پاس تو دولت سے بھرے لوگ
کر لے کبھی مسکین کو مہمان مرے دوست

اِس دور میں کس پر کرے ماہرؔ بھی بھروسہ
انساں کو دئے دھوکہ ہی انسان مرے دوست



عثمان عبدالقیوم

یوں جاگ کر گزار لی ہم نے اداس رات
جیسے کہیں پہ تھی ہی نہیں آس پاس رات

یا تو مرا وجود ہی ہوتا ہے ریت ریت
یا پھر مرے وجود میں آتی ہے پیاس رات

میں کیا کروں کہ ضبط کا موسم نہیں رہا
بھاتا ہے مجھ کو دن ہی نہ آتی ہے راس رات

بنجر زمینِ دل بھی یوں زرخیز سی لگے
اُگتی ہے یادِ یار کی جیسے کپاس رات

اس تیرگی میں سایہ بھی جب ساتھ چھوڑ دے
تب پاس آ کے بیٹھتی ہے غم شناس رات



گوہر رحمٰن گہرؔ مردانوی

برسوں کی نقاہت سے ہو بیمار محبت
کچھ راس نہ آئی مجھے بیکار محبت

اس طرف دلدر کا کوئی توڑ نہیں ہے
آلام سے بس برسرِ پیکار محبت

ہر وقت ترستی ہوئی معصوم تمنا
دریا میں بہا دوں گا وہ سو بار محبت

دنیا تجھے تحریص سے فرصت نہیں ملتی
تب دیکھ پنپتی نہیں شہکار محبت

گوہر کو میسر نہیں اک رات سکوں کی
ناکام ٹھہرتی رہی ہر بار محبت



کوثر اسلام قائل

خوبصورت



دامان کوہ میں بچھے ہیں کتنے سبزہ زار
رس گھولتی ہے کان میں چڑیوں کی چہچہار
قامت میں دیو جیسے فلک بوس کوہسار
پھولوں سے سب بھرے ہوئے خوش رنگ مرغزار
ٹھنڈک ہے میری انکھ میں، دل کا سرور ہے
ہر روح محوِ مدحِ خدائے غفور ہے

خوش آتے ہیں نگاہوں کو سارے رفیع مکاں
وہ روشنی ہے شب کو بھی اب دن کا ہے سماں
تارے ہوں جیسے زیورِ افلاک، بے گماں
انسان کے لیے ہیں یہ سائنس کے ارمغاں
جدت نے رنگ بھر دیے عکسِ حیات میں
کس درجہ دل نشیں ہے زمیں کائنات میں

گرچہ جہاں میں رنگ ہیں رعنائیاں بھی ہیں
ہر سو خوشی کے گیت ہیں سرمستیاں بھی ہیں
لیکن مری حیات میں کچھ تلخیاں بھی ہیں
کچھ تلخیاں بھی ہیں تو بہت سسکیاں بھی ہیں
ہر درد انتہا میں تو بے انتہا لگے
ہر انتہائے درد بھی اک ابتدا لگے

میں کیسے مان جاؤں کہ دنیا حسین ہے
ہاں بس امیرِ شہر کو صد آفرین ہے
جو بھی غریبِ شہر ہے، کمی کمین ہے
جو پستی ہے سو اُس کے لئے، بالیقین ہے
فکرِ معاش نے تو کمر توڑ دی مری
اشرافیہ نے جان ہی جھنجھوڑ دی مری



محبوب الٰہی محبوب

ابتدا سے ہے انتہا نفرت
ہے زمانے میں جا بجا نفرت

بے وفا لوگوں سے وفا کر کے
ہم نے پائی ہے بے بہا نفرت

سب محبت کے شاخسانے ہیں
ہو گئی کیا سے کیا نفرت

ہم کو محروم ہی جو رکھنا تھا
کیوں بنائی تھی اے خدا نفرت

پیار آخر تو ہو ہی جانا تھا
کوئی کرتا نہیں سدا نفرت

میں نے محبوب جینا سیکھ لیا
ہے یہی تیرا معجزہ نفرت



محمد سلیم صدیقی

نعت رسول مقبول ﷺ

عطا پر عطا ہے یہ تیری ﷺ عنایت
زمانے سے بڑھ کر ہے تیری ﷺ سخاوت

جہاں میں بھی تیرا ﷺ ہی صدقہ ملا ہے
قیامت پہ بھی ہو گی تیری شفاعت

تری عظمتیں کیا لکھے پاپی آقا ﷺ
کمالِ نبوت، کمالِ صداقت

ہمیشہ لکھوں آقا ﷺ تیری ثنا میں
مجھے بھی ہو آقا ﷺ یہ تیری عنایت

تہی ﷺ ہے جو ہے صاحبِ عزّ و حشمت
ملی سارے ہی انبیاء کی امامت

تری ﷺ خوبیوں پہ زمانہ فدا ہے
زمانے سے اعلیٰ ہے تیری ﷺ فصاحت

پکارا ہے مشکل میں نامِ محمد ﷺ
لیا نام تو پھر رہے ہم سلامت

یہ صدیقی پاپی پہ نظر کرم ہو
رہی مجھ میں آقا ﷺ ہمیشہ قباحت



محمد سلیم صدیقی

میں سمجھ رہا تھا الفت جسے وہ نہ تھی محبت
مجھے آرزو تھی جن کی انہیں مجھ سے تھی نہ چاہت

یہ تھا ان کا کھیل یارو جسے سمجھا میں قرابت
میں اُنہی کا ہو چکا ہوں کہ جو کرتے ہیں عداوت

مرا حوصلہ بھی دیکھو ذرا اک نظر ہو یارو
مری زندگی کا دکھڑا ہے اسی کی اک عنایت

مرے دل کا چین چھینا مجھے دے کے مسکراہٹ
یہ جو زندگی ہے میری، ہے اسی کی اک امانت

مجھے دھوکہ دے گئی ہے تری ایک مسکراہٹ
میں جو مسکرا رہا ہوں یہ مری ہے بس مروت

مرے اشک بہ رہے ہیں، مرے دل میں غم اٹھا ہے
ہے اسی کی مہربانی ہے اسی کی یہ قاوت

برا لاکھ سمجھیں مجھ کو مری بس یہی دعا ہے
ہیں قرارِ دل صدیقی وہ رہیں سدا سلامت



نادیہ سحرؔ

زندگی میں تری کمی ہے بہت
اور دُکھ اِس کا واقعی ہے بہت

دو گھڑی تیرے ساتھ بیٹھی ہوں
مجھ کو اِتنی ہی زندگی ہے بہت

کچھ کہو یہ سکوت تو ٹوٹے
کچھ کہو تم کہ خامشی ہے بہت

سو گئی یاد بھی تری تھک کر
دُور تک ساتھ تو چلی ہے بہت

درد کا حال کیا کہوں تم سے
کم کبھی ہو گیا کبھی ہے بہت

وہ جو سب سے قریب تھا میرے
آج وہ شخص اجنبی ہے بہت

وہ اگر ہے تو زندگی ہے سحرؔ
بس یہی بات قیمتی ہے بہت



نادیہ سحرؔ

خوبصورت

تم جانتے ہو؟
جب تم مرے پاس ہوتے ہو
زندگی
زندگی لگنے لگتی ہے
کوئی خواہش، کوئی تمنا باقی نہیں رہتی
تم سے بات ہوتی ہے
پہروں تمہاری آواز مری سماعت
میں رس گھولتی رہتی ہے
تنہائی بھی مہک جاتی ہے
کاش
میں ان دلنواز لمحوں کو قید کر سکتی
تم آتے
یہیں ٹھہر جاتے
زندگی ہمیشہ کے لیے خوبصورت
ہوجاتی



ناصرؔ مجگانوی

خاک داں! دیکھ ہے بُری غفلت
ہوش میں آ، جگا لے اب غیرت

ڈٹ کے کر سامنا ستمگر کا
عدل کے ہو حصول کی جرات

سادگی سے بگڑتی ہیں باتیں
لب کشائی کی ہو تجھے عادت

مسئلے یونہی حل نہیں ہوتے
اپنے نالوں میں پیدا کر شدت

قوم آگے تو بس بڑھے گی وہی
جو بچائے وقار اور عظمت

مفت ملتی نہیں ظفر مندی
تجربہ ہے ضروری مع حکمت

حشر ناصرؔ برا ہی رہتا ہے
ہو اگر شر پسندی کی نیت



ناصرؔ مجگانوی

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

معراج کا سفر تھا محبوب ﷺ پر عنایت
طائف کے گہرے زخموں سے پائی تھی طراوت

براق کی سواری، جو تیزی سے بھی پہنچی
اقصیٰ میں انبیاء کی تب کی گئی امامت

انعام میں خدا نے مخصوص ہدیہ بخشا
بخشا نماز تحفہ، سب کو پئے عبادت

خوشیاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا عید کی منائیں
ہر حکم دِل سے مانا، پائی سدا بشاشت

سردار ہیں ہمارے ناصرؔ حضور ﷺ پیارے
سب انبیاءؑ پہ حاوی، تھی آپ ﷺ کی رسالت



نورؔ جمشید پوری

ہو دل میں گر نہ فنا کی دہشت
تو آئے کیسے خدا کی دہشت

وفا سے خالی رکھا تھا دل کو
ستاتی ہے اب خلا کی دہشت

نظر اٹھائیں کدھر بھلا ہم
جدھر بھی دیکھو بلا کی دہشت

گناہ تجھ سے نہ ہوتے اتنے
جو ہوتی دل میں قضا کی دہشت

وفا پہ کیسے یقین آتا
تھی ساتھ میرے جفا کی دہشت

تھی کل تمنا کہ تم سے ملتے
تو پھر یہ کیسے لقا کی دہشت

نہ مار دے حوصلوں کو دیکھو
خطا سے پہلے سزا کی دہشت

چراغ دیتے نہ نورؔ جل کر
جو ہوتی اُن میں ہوا کی دہشت



نوید ظفر کیانی

یوں کہنے کو تو وہ بُت ہے یگانہ خوبصورت
مگر اِس سے سوا ہے دوستانہ خوبصورت

نہایت دلنشیں پیرائے میں لکھا گیا ہے
کسی بدصورتی کا ہے فسانہ خوبصورت

ملے ہیں دیکھنے والوں کو عریاں عکس کیا کیا
نظر تو آتا تھا آئینہ خانہ خوبصورت

یہ مصنوعات نفرت کی بنی ہیں کیسے آخر
بظاہر ہے جہاں کا کارخانہ خوبصورت

کڑے کوسوں سے لوٹا تو لگا ہے راہرو کو
بڑی نخوت سے چھوڑا آشیانہ خوبصورت

اُسے دیکھا ہوا ہے اس کے چہرے کو ہٹا کر
سمجھتا ہے جسے سارا زمانہ خوبصورت

سزائے عمر کاٹے جا رہا ہوں اِس ہوس میں
کہ اندھے غار کا ہو گا دہانہ خوبصورت

جوانی ہے ہمارے جسم و جاں کی عارضی رُت
تعلق ہے مگر اِک جاودانہ خوبصورت

بہیمانہ عزائم اچھی طرح جانتے ہیں
شجر ہے اِک پرندوں کا ٹھکانہ خوبصورت

اِسی کے رنگ و بو کے عکس ہیں گویا چمن میں
کہ اِس بُت کا ہے سارا ہی گھرانہ خوبصورت

حصص دِل نے خریدے ہیں اِسی سے زندگی کے
کہ نقدِ خواب کا ہے یہ خزانہ خوبصورت

دھنک کے پردے کے باہر تو جیسے کچھ بھی نہ ہو
یہ تیری میری دنیا بیکرانہ خوبصورت

ترا ملنا بھی گویا حادثہ تھا اِک حسیں سا
تجھے کھونے کا بھی ہو گا بہانہ خوبصورت



نوید ظفر کیانی

عشق کو ہر خوبرو پر جاں لٹانے کی ہے لت
حسن کو بھی ناچ تگنی کا نچانے کی ہے لت

ہم کو ہر مخلوق کو لیڈر بنانے کی ہے لت
مقتدر ہو جائے تو اس کو گرانے کی ہے لت

دردِ دل کا رونا روتا ہوں میں اُن کے سامنے
اور اُن کو بات سُن کر مسکرانے کی ہے لت

بس یہ ہے کہ میری مئے کا نام "چائے" ہے مگر
ساقیا! مجھ کو بہت پینے پلانے کی ہے لت

جا بجا رستے میں رُک جاتی ہے جا کر بے وجہ
میری گاڑی کو بھی گویا "چھینی، پانے" کی ہے لت

ٹھرکیوں میں قومیت کا غم نہ ذعمِ ذات ہے
دیدہ ہائے دلبراں میں ڈوب جانے کی ہے لت

دوسروں کی بات سنتا ہے کہاں کوئی بھلا
ہر کسی میں تو فقط اپنی سنانے کی ہے لت

لوگ شاعر کہتے ہیں لیکن حقیقت ہے یہی
وہ شتر ہوں جس کو ہر دم بلبلانے کی ہے لت

قوم کو بے فکر کرنا قوم کے حق میں نہیں
قوم کو بے فکری میں ننگا نہانے کی ہے لت

اور تو کھاپا کوئی بھی مطلقاً بھاتا نہیں
لیڈرانِ قوم کو قومی خزانے کی ہے لت

سنتا ہے "درد یلے" گانے عاشقِ ناکام بھی
پھر عطاء اللہ کو بھی رونے رُلانے کی ہے لت

ویسے ہی بھڑکاتے ہیں لیڈر عوام الناس کو
پینڈوؤں میں جس طرح مرغے لڑانے کی ہے لت

کیا بتاؤں کتنے اڑیل ہیں نفوسِ دیگراں
ہو کے کیانی مجھ میں کیسے مان جانے کی ہے لت



نوید ظفر کیانی

خوبصورت

کیوں بے طیفے! تو کاہے کو ٹُن سا ہوا ہے
آنکھیں بھی ہیں چوپٹ سی اور منہ بھی کھلا ہے

کیا بتلاؤں بھیا میں نے کیا دیکھا ہے
کوئی پٹاخہ ہے، انگارہ ہے، شعلہ ہے
ابھی ابھی وہ میرے آگے سے گزری ہے
وہ کیا گئی ہے، تن من میرا ساتھ گیا ہے

اُس کی آنکھوں میں کیا وحشت تھی ہرنی سی
اُس کی چال میں ایک نزاکت تھی ہرنی سی

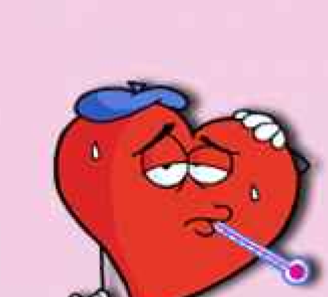
اُس کا چہرہ جیسے روشن دن ہو
دنیا کے ہر حسن کا جیسے یہ مخزن ہو
کیسی شہزادی سی شان تھی اُس کی ہائے!
اُس کا لبادہ جیسے کوئی فیشن اِن ہو

میرے دل میں، میری زباں پر وہ رہتی ہے
مجھ کو ہے معلوم کہاں پر وہ رہتی ہے

مولا کی جانب سے مجھ کو گفٹ ہوئی ہے
ہر دھڑکن جس کی مرہونِ لفٹ ہوئی ہے
میری ذات کا تانا بانا بنتا تھا سو
کل ہی میرے ساتھ کے گھر میں شفٹ ہوئی ہے

کیوں بھئی طیفے! ہو جائیں پھر اُس کے قصے
جس کے پیچھے تم مجنوں تھے، دیوانے تھے

چھوڑیں جی مت بات کریں، وہ افسانہ تھی
جس میں عشق نہ سمٹے ایسا پیمانہ تھی
اُس کا حسن بجا لیکن آواز وہ اُس کی
میری بھی آواز سے بڑھ کر مردانہ تھی





ہاشم علی خان ہمدمؔ

مرے مزاج کا موسم، ترے مزاج کی بات
یہ زندگی ہے محبت بھرے مزاج کی بات

تری پسند الگ ہے، ترا خیال جدا
مرے شعور کا محور، مرے مزاج کی بات

میں سرخ ہو کے بھی نیلا دکھائی دیتا ہوں
وہ زرد ہو کے بھی کر دے ہرے مزاج کی بات

یہاں تو کان ترستے ہیں نرم لہجے کو
کوئی تو آن ملے جو کرے مزاج کی بات

میں تلخ بات بھی سنتا ہوں، ٹال دیتا ہوں
سماعتوں میں بھری ہے بھلے مزاج کی بات

کھرے لباس میں لپٹا کھرا دکھاؤں گا
کروں گا میں تو ہمیشہ کھرے مزاج کی بات

اک ایسا دوست مرا غم گسار ہو جائے
کہے مزاج کا قصہ، سنے مزاج کی بات

تلاشتا ہوں میں لوگوں کی بھیڑ میں کیسے؟
کبھی رواج کا پہلو، کبھی مزاج کی بات

میں گفتگو سے محبت کشید کرتا ہوں
تجھے خلوص مبارک! مجھے مزاج کی بات

نئی غزل کا تقاضا ہے تیرا مصرع
نیا خیال ہو ہمدم، نئے مزاج کی بات



ہاشم علی خان ہمدمؔ

سا، رے، گا، ما، الاپ دل کی بات
اپنی دھڑکن سے ماپ دل کی بات

خامشی میں بھی ان کہی ہے عشق
دھڑکنوں کا ملاپ دل کی بات

آتشِ ہجر کا الاؤ ہے
سرد ہونٹوں پہ ٹاپ دل کی بات

موتیوں کی لڑی پروئے جا!
دانے دانے پہ جاپ دل کی بات

اٹھ رہا ہے دھواں کنارے سے
ہے سمندر کی بھاپ دل کی بات

گونج اٹھے مری سماعت میں
جیسے طبلے کی تھاپ دل کی بات

حرف ادراک سے چمکتے ہیں
کورے کاغذ پہ چھاپ دل کی بات

سرخ پھولوں میں دھڑکنوں کا رس
سبز خوش بو کی چاپ دل کی بات

دل کی بس دل ہے جانتا ہمدم
سن رہے ہیں نا! آپ دل کی بات



ہاشم علی خان ہمدمؔ

خوبصورت
(ست رنگی)



دیکھیے تو !

خوب صورت زندگی ہے

روشنی کے رنگ سارے، استعارے

آگہی کے طاقچے سے جھلملاتے جھانکتے ہیں

زندگی تصویر کرتے، خواب کی تعبیر کرتے زاویے ہیں

حرف کی پرکار کھلتی جا رہی ہے، نقش سارے دائرہ در دائرہ پر کھولتے ہیں

دیکھیے تو! زندگی کے استعارے، آگہی کے طاقچے سے دل کی کھڑکی کھولتے ہیں

ہر ماہ نئے رنگ

پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ

دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ

تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ

چوتھا ہفتہ: پابند ردیف رنگ

ان شاءاللہ